اسرار گاندھی

عباس حسینی: چند باتیں

آخر کار ایک لمبے عرصے کے بعد ابن صفی نے اردو ادب میں اپنی جگہ بنا ہی لی۔ وہ لوگ جو ان کے نام پر منھ بچکاتے تھے، آج ان پر مضمون لکھ رہے ہیں۔ کون سا ایسا ادبی رسالہ ہے جو ابن صفی پر گوشہ نہ نکال رہا ہو۔ لیکن ابن صفی کے ساتھ اگر عباس حسینی کا نام نہ لیا جائے تو اس سے بڑھ کر نا انصافی اور کیا ہوگی۔ یہاں یہ وضاحت بھی ضروری ہے کہ عباس حسینی اور علی عباس حسینی (معروف فکشن نگار) دو الگ الگ شخصیتیں ہیں۔ اکثر لوگوں کو مغالطہ ہو جاتا ہے۔ یہ عباس حسینی ہی تھے جنھوں نے ابن صفی کو جاسوسی ناول لکھنے کے لئے ذہنی طور پر تیار کیا تھا۔ ابن صفی تو ایک شاعر تھے اور شاعر ہی رہنا چاہتے تھے۔

میرے خیال میں بات غلط جگہ سے شروع ہوگئی۔ بات تو عباس حسینی سے ہی شروع ہونا چاہیے تھی۔ تو چلیے بات وہیں سے شروع کرتے ہیں جہاں سے ہونا چاہیے تھا۔

عباس حسینی بڑا گاؤں (جونپور) میں ۱۹۲۳ء میں پیدا ہوئے تھے۔ ان کے والد ماجد کا نام سید حسین حیدر تھا، جو اے. ایچ. وہیلر. میں جنرل منیجر تھے۔ وہ ایک جہاندیدہ آدمی تھے۔ اپنے بچوں کی تعلیم کے سلسلے میں بڑا گاؤں چھوڑ کر الہ آباد کے محلے حسن منزل میں آبسے۔ اور یہیں پر عباس حسینی نے نکہت پبلی کیشنز کی بنیاد رکھی جو آگے چل کر ترقی کی اونچائیوں پر پہنچی۔ عباس صاحب نے اس اشاعتی ادارے کو ۱۹۴۸ء میں شروع کیا تھا۔ اس ادارے سے نکہت نام کا ایک رسالہ بھی نکلا جو عرصۂ دراز تک نکلتا رہا۔ اور آخر کار ۱۹۸۵ء میں بند ہوا۔

عباس صاحب نے انھیں دنوں ''نکہت کلب'' کی بنیاد بھی رکھی۔ اس کلب کی شاخیں مختلف شہروں میں بھی کھل گئیں اور ادبی کاموں کا ایک بہت اچھا ماحول بن گیا۔ جن شہروں میں اس کلب کی شاخیں کھلی تھیں، وہاں لگاتار فنکشن ہوتے رہتے اور ان تمام فنکشن میں عباس صاحب بذات خود شریک ہوتے۔

ابھی یہ سب چل رہا تھا کہ عباس صاحب کو جاسوسی اور رومانی ناول شائع کرنے کی سوجھی۔ کافی

الہ آباد (یوپی)

سوچ وچار کے بعد انھوں نے سید مجاور حسین (ابن سعید) شکیل جمالی، آفاق حیدر اور راہی معصوم رضا (شاہد اختر) کو رومانی ناول لکھنے کے لئے تیار کیا اور جاسوسی ناول کے لئے اسرار ناروی (ابن صفی) سے بات کی۔ اسرار ناروی پہلے تو جاسوسی ناول لکھنے کو تیار نہیں ہوئے۔ کیونکہ وہ ایک اچھے شاعر تھے وہ نہیں چاہتے تھے کہ ان کا نام سستے ادب کے ساتھ منسلک ہو۔ عباس صاحب نے اس کے لئے بھی ترکیب نکال لی۔ انھوں اسرار ناروی کو مشورہ دیا کہ اپنا قلمی نام ابن صفی رکھ لیں۔ تھوڑی سی ہاں نہیں کے بعد اسرار ناروی ابن صفی ہو گئے اور نکہت Publication کا پہلا ناول 'دلیر مجرم' قارئین کے سامنے آیا۔

عباس صاحب عرف عام میں ''بھیا'' کہلاتے تھے۔ ہر چھوٹا بڑا انھیں اسی نام سے مخاطب کرتا۔ وہ بہت جہاں دیدہ آدمی تھے۔ ان کا حس مزاح بہت تیز تھا۔ ضرورت کے تحت منٹوں میں محفل کا ماحول بدل دیتے تھے۔

میری ان کی ملاقاتیں زیادہ نہ تھیں۔ میں جب بھی ان کے یہاں گیا کسی نہ کسی کے ساتھ ہی گیا اور یہ ساتھ اکثر و بیشتر استاد محترم پروفیسر احتشام کے ساتھ ہی ہوتا۔ احتشام صاحب سے ان کے تعلقات قریبی تھی۔ وہ ایک طرح کے Regular Visitor تھے۔ بات یہ تھی کہ عباس صاحب پارکنسن جیسے موذی مرض میں مبتلا تھے اور ان کا چلنا پھرنا تقریباً بند ہو گیا تھا۔ ایسی صورت حال میں احتشام صاحب کو ہی ان کے یہاں جانا پڑتا تھا۔ یہ ان کی مجبوری نہ تھی بلکہ عباس صاحب سے ان کا لگاؤ تھا جو انھیں وہاں لے جاتا تھا۔

میں ان ملاقاتوں میں زیادہ تر خاموش ہی رہتا کہ میرے اور ان کے درمیان عمر کا کافی فرق تھا۔ پھر عباس صاحب اتنی دلچسپ باتیں کرتے کہ سارا لطف سننے میں ہی آجاتا۔

ایک واقعہ یاد آتا ہے۔ احتشام صاحب اور میں یونیورسٹی سے ایک ہی رکشے پر واپس آرہے تھے۔ احتشام صاحب کہنے لگے۔ ''چلو عباس سے ملتے ہیں'' میں نے کہا ''چلئے''۔ ہم لوگ رانی منڈی میں واقع عباس حسینی کے آفس (ادارہ نکہت Publication) پہنچے۔ وہ ٹیلی فون پر کسی سے زور زور سے باتیں کر رہے تھے۔ اندازہ ہو رہا تھا جیسے وہ غصے میں ہوں۔ وہ جس طرح کی ملاحی زبان استعمال کر رہے تھے، اسے سن کر ہی ہم لوگ شرمندگی محسوس کر رہے تھے۔ جب باتوں کا سلسلہ ختم ہوا اور ان کی نظریں احتشام صاحب سے ملیں تو وہ کھسیانے انداز میں بولے ''کیا کروں ان لوگوں کے ساتھ ایسی ہی زبان میں بات کرنی پڑتی ہے۔ آپ کچھ خیال نہ کیجئے گا۔''

عباس ایک لفظ ''آنچہ پانچہ'' کا بہت استعمال کرتے تھے۔ شاید یہ لفظ انھیں کا ایجاد کردہ تھا۔ وہ اسے گڑبڑ گھوٹالے کے معنوں میں استعمال کرتے تھے۔ اس لفظ سے احتشام صاحب ہمیشہ بہت محظوظ ہوتے اور خوب ہنستے۔

عباس صاحب سے ابن صفی کو بے حد لگاؤ تھا۔ اس کا اندازہ اس سے کیجیے کہ جب ایک طویل بیماری کے بعد ابن صفی کا ناول ''ڈیڑھ متوالے'' آیا تو اس کے پیش لفظ میں ابن صفی نے عباس اور اپنے تعلقات کو لے کر لکھا کہ میں عباس حسینی کی ایک مسکراہٹ پر ایک درجن ناول قربان کر سکتا ہوں۔

'ڈیڑھ متوالے' کی اشاعت پر عباس صاحب نے ایک بہت بڑے فنکشن کا اہتمام کیا۔ اور اس کی رسم اجرا لال بہادر شاستری کے ہاتھوں کرائی۔ ہفتہ بھر کے اندر ہی اس کا پہلا ایڈیشن ختم ہو گیا تو پھر فوراً اس کا دوسرا ایڈیشن بھی آ گیا۔ اس اڈیشن کی رسم اجرا بھی بہت زوردار طریقہ سے ہوئی۔ یہ رسم اجرا صوبہ یو۔ پی۔ کے وزیر علی ظہیر مرحوم کے ہاتھوں ہوئی۔ ان دونوں رسم اجرا میں شہر کے تمام دانشور شریک ہوئے۔ اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ عباس صاحب کتنے مقبول انسان تھے اور لوگ ان کو کتنا چاہتے تھے، کتنا خیال رکھتے تھے۔

عباس صاحب کا نکہت پبلی کیشنز اپنے پورے عروج پر تھا۔ جاسوسی دنیا کے علاوہ رومانی دنیا بھی پورے اہتمام کے ساتھ نکالتے تھے، جس میں مختلف لکھنے والے تھے، جن کا ذکر اوپر کیا جا چکا ہے۔

انھیں دنوں نہ جانے کیسے ڈاکٹر مجاور حسین رضوی (ابن سعید جو عباس صاحب کے بہنوئی بھی ہیں) کو یہ خیال گذرا کہ نکہت پبلیکیشن کی تمام کامیابیاں انھیں کی ذات سے ہیں۔ اس بات کو لے کر عباس صاحب بہت Hurt ہوئے۔ اور کہیں ان کے اور مجاور صاحب کے تعلقات میں کھٹاس آ گئی۔ مجاور صاحب نے 'میری دنیا' نام سے الگ اشاعتی ادارہ کھول لیا۔

پھر جو ہونا تھا وہ ہوا۔ یعنی جلد ہی اشاعتی ادارہ ''میری دنیا'' بند ہو گیا اور مجاور صاحب خاصی پریشانیوں میں گھر گئے، جس کا ذکر یہاں مناسب نہیں۔

عباس صاحب پھر عباس صاحب تھے۔ انسانوں سے پیار کرنے والے بھیا تھے۔ انھوں نے مجاور صاحب کو دوبارہ اپنے اشاعتی ادارے نکہت پبلی کیشنز میں شامل کر لیا۔

ایسا نہیں تھا عباس صاحب نے صرف ابن صفی، ابن سعید، شکیل اور شاہد اختر وغیرہ کے ناولوں کو شائع کیا بلکہ ان کے علاوہ کرشن چندر، مسیح الحسن رضوی اور گلشن نندہ وغیرہ کے ناول بھی شائع کئے۔

عباس حسینی کو لوگوں نے نظر انداز کرنے کی بھرپور کوشش کی۔ مڈل ایسٹ سے نکلنے والے ایک اخبار نے ایک مضمون The Living legend -Dr. Mujawir Husain کے عنوان سے شائع کیا۔ اس مضمون میں یہ بتانے کی کوشش کی گئی کہ نکہت پبلی کیشنز کے تمام کارنامے صرف اور صرف مجاور حسین کے کارنامے تھے۔ اس مضمون میں کہیں بھی عباس صاحب کا نام نہیں لیا گیا۔

اسی طرح پچھلے برس دہلی میں ابن صفی پر ہونے والی ایک بڑی نشست میں اردو کے ایک عالمی شہرت یافتہ ادیب نے ابن صفی پر ایک بڑی عمدہ تقریر کی۔ لیکن پوری تقریر میں انھوں نے عباس کا نام بھی

نہیں لیا۔ ہوسکتا ہے کہ ان کے ذہن سے عباس کا نام اتر گیا ہو۔ بعد میں ابن صفی کے بیٹے احمد صفی نے جوابی تقریر میں یہ بات کہی کہ وہ ہندوستان میں صرف عباس چچا کو ہی جانتے ہیں اور یہ کہ ان کا قیام عباس صاحب کے بیٹے کے ساتھ ہی ہے۔

دراصل سچ یہ ہے کہ اگر عباس صاحب نہ ہوتے تو ابن صفی نہ ہوتے، ہاں اسرار ناروی ضرور ہوتے اور ایک بہت Potential شاعر کی حیثیت سے جانے جاتے۔

عباس صاحب بہت پیار بھرے آدمی تھے اور یہ پیار بھرا آدمی ۲۰ راگست ۱۹۹۰ء کو اپنی یادیں، اپنی شفقتیں، اپنی حس مزاح، اپنی ذہانت اور اپنی نیکی چھوڑ کر اس دنیا سے ہمیشہ کے لیے چلا گیا۔

اس مضمون کے سلسلہ میں اگر میں عباس صاحب کے بیٹے امتیاز حیدر اور اپنے دوستوں خان احمد فاروق اور مسعود احمد کا شکریہ ادا نہ کروں تو ان دونوں حضرات کے ساتھ زیادتی ہوگی۔ یہ مضمون انھیں لوگوں کی وجہ سے وجود میں آیا۔

☆☆☆